بسم اللہ الرحمٰن الرحیم


# الفضل

خطبہ نمبر (۱۵)

قادیان

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

ایڈیٹر رحمت اللہ خاں شاکر ——— یوم یک شنبہ

| جلد ۳۱ | ۲۲ ماہ ہجرت ۱۳۲۲ ہش | ۱۷ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ | ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء | نمبر ۱۲۱ |
|---|---|---|---|---|


## مدینۃ المسیح

قادیان ۲۲ ہجرت ۱۳۲۲ ہش۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ۸½ بجے صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ حضور کو سینے میں سوزش اور بخار کی شکایت ہے۔ احباب حضور کی صحت کاملہ کے لئے دُعا فرمائیں۔ حضور کی علالت کی وجہ سے کل خطبہ جمعہ حضرت مولوی شیر علی صاحب نے پڑھا۔

حضرت ام المومنین اطال اللہ بقاءہا کو سر درد نزلہ و اسہال کی شکایت ہے۔ احباب دُعائے صحت کریں۔

صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب ابن حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو بخار ہے۔ دعائے صحت کی جائے۔

پرسوں بعد نماز مغرب مسجد اقصیٰ میں زیر صدارت حضرت میر محمد اسحٰق صاحب۔ سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور نے "غیر مسلموں میں تبلیغ کے مؤثر ذرائع" پر تقریر کی۔

۲۰ ہجرت جناب شیخ اللہ بخش صاحب پنشنر دار الرحمت نے اپنے لڑکے مبارک احمد صاحب کی دعوت ولیمہ دی۔ کل فتح افریقہ کے سلسلہ میں خدا کے فضل سے جشن منایا گیا۔ جس کی رپورٹ انشاء اللہ بعد میں شائع کی جائے گی۔

# خطبہ جمعہ

## تحریک جدید کی غرض کو سمجھو اور اپنی زندگیوں کو اور بھی سادہ بنانے کی کوشش کرو




از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۳۰ ماہ شہادت ۱۳۲۲ ہش مطابق ۳۰ اپریل ۱۹۴۳ء

مرتبہ: مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل


سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں

### ایک ایسا کامل مذہب

بخشا ہے۔ جو ہر زمانہ اور تمام حالات کے لئے اپنے اندر راہ نمائی کا سامان رکھتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے ہر چیز اس کے اندر بیان کر دی ہے۔ بعض نادان اس پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ آیا فلاں مسئلہ اس میں بیان ہے۔ فلاں مسئلہ اس میں بیان ہے۔ وہ یہ نہیں جانتے۔ کہ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے انسائیکلو پیڈیا قرار نہیں دیا۔ بلکہ انسان کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا قرار دیا ہے۔ انسان اپنے لئے ایک

### غیر ضروری چیز

اگر تجویز کرے۔ تو اس کا نگران اور محافظ اس الزام کے نیچے نہیں آسکتا۔ کہ اُس کی اُس خواہش کو اُس نے کیوں پورا نہیں کیا۔ باپ اپنے بیٹے کے متعلق ہمیشہ کہا کرتا ہے۔ کہ میں نے اس کی سب ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا۔ کہ اُس نے اپنے بیٹے کے لئے

### عیاشی کے تمام سامان

بھی مہیا کر دیئے ہیں۔ اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کے متعلق اُوپر کے الفاظ کہے۔ اور اس کا بیٹا یہ کہے۔ کہ میرے باپ نے میری سب ضرورتوں کو کہاں پورا کیا ہے۔ میں افیون کھانا چاہتا تھا۔ مگر اس نے مجھے افیون مہیا کر کے نہیں دی۔ میں بھنگ پینا چاہتا تھا۔ مگر اس نے مجھے بھنگ۔ مہیا کر کے نہیں دی۔ میں کوکین استعمال کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس نے مجھے کوکین مہیا کر کے نہیں دی۔ تو کیا دنیا کا کوئی بھی معقول انسان اُس

### نالائق اور بیوقوف لڑکے

کی تائید کرے گا۔ اور کہے گا۔ کہ ہاں ٹھیک ہے۔ تمہارے باپ نے واقعہ میں تمہاری ضرورتوں کو پورا نہیں کیا۔ ہر شخص اسے ملامت کرے گا۔ اور کہے گا۔ کہ جن چیزوں کو تم اپنی ضرورتیں کہہ رہے ہو۔ وہ یا تو زہر ہیں۔ اور یا پھر غیر ضروری چیزیں ہیں۔ اُن کو ضرورتیں قرار دینا تمہاری اپنی غلطی اور بے وقوفی ہے۔ تو

### قرآن کریم کا دعوےٰ

یہ نہیں۔ کہ وہ انسان کے لئے ہر [illegible] یا غیر متعلق چیز مہیا کرتا ہے۔ وہ خود کہتا ہے والذین ھم عن اللغو معرضون مومن وہ ہوتے ہیں۔ جو لغو سے اعراض کرتے ہیں۔ پس جو چیزیں لغو ہیں۔ وہ اس کی ضرورتیں نہیں ہو سکتیں۔ اسی طرح جو چیزیں مضر ہیں۔ وہ اس کی ضرورتیں نہیں ہو سکتیں۔ اس کی ضرورتیں وہی ہیں۔ جو جسم اور رُوح کی ترقی۔ اور ان کے بقاء اور تحفظ کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اور جو دُنیا و آخرت میں اس کی

### جسمانی اور رُوحانی ترقیات

کے لئے ضروری ہیں۔ اور جب ہم اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ تو پھر کوئی ایسی ضرورت کی بات نہیں نکل سکتی۔ جس کا قرآن کریم میں ذکر نہ ہو۔ اور اُس نے وہ چیز بنی نوع انسان کے لئے مہیا نہ کی ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت

### جنگ نے ایک ایسی کیفیت

دُنیا میں پیدا کر دی ہے۔ کہ جس کی وجہ سے سب لوگ حیران و پریشان ہیں۔ اور اس مجبوری کی وجہ سے وہ پہلے جن چیزوں کو اپنی ضرورتیں قرار دیتے تھے۔ ان کو زیادہ سے زیادہ مقید اور محدود کر رہے ہیں لیکن اسلام نے اس کا پہلے سے سامان کر دیا تھا۔ چنانچہ اس نے حکم دیا تھا۔ کہ کلوا۔ کھاؤ بھی۔ واشربوا اور پیو بھی ولا تسرفوا۔ لیکن اسراف مت کرو۔ اب اسراف کے صرف یہی معنے نہیں ہیں کہ اگر تمہارے لئے دو چھٹانک کھانا کافی ہے تو تم تین چھٹانک [illegible] بلکہ اس کا ایک یہ مفہوم بھی ہے۔ کہ کھانا جس غرض کے لئے ہے۔ اُس سے باہر مت جاؤ۔

### کھانے کی غرض

جسم کی حفاظت کرنا۔ اور اسے وہ طاقتیں بخشنا ہوتی ہے۔ جن سے انسان دُنیا میں کام کر سکے۔

پس اگر کوئی شخص ایسا کھانا کھاتا ہے۔ جس سے اُس کے جسم کی حفاظت ہو جاتی ہے۔ تو وہ کلوا کے حکم کا پورا کرنے والا ہے۔ لیکن اگر وہ کھانا تو اتنا ہی کھاتا ہے۔ جتنی اسے بھوک ہوتی ہے۔ لیکن وہ ایسی چیزیں اپنے کھانے میں شامل کر لیتا ہے جن کی جسم کو ضرورت نہیں ہوتی۔ یا مضر ہونے کے لحاظ سے ان کا استعمال بے وقوفی ہوتا ہے۔ تو وہ

### اسلامی احکام

کے ماتحت اسراف کرنے والا قرار پائے

کیونکہ گو اس نے کھانا زیادہ نہیں کھایا مگر اس نے کھانے کی ضروری قسموں پر زیادتی کردی۔ اسی طرح پینا ہے۔ دُنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں جہاں کے رہنے والوں کو پینے کے لئے پانی میسر نہ آ سکے پانی ایسی چیز ہے۔ جو ہر جگہ مل جاتا ہے اور دنیا کے کسی علاقہ میں اگر مسلمانوں کو پینے کے لئے پانی میسر آجائے تو وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ان کی ضرورت پوری ہوگئی۔ ہر مسلمان کے گھر میں ٹھنڈا پانی موجود ہوتا ہے۔ اور یہ ایسی چیز ہے۔ جو اسے بغیر کسی محنت اور مشقت کے مل جاتی ہے۔ اگر گھر میں پانی نہ ہو۔ اور کنواں پاس ہو تو وہ کنوئیں سے پانی لے لیتا ہے۔ یا گھڑیاں بھر کر گھر میں رکھ لیتا ہے۔ اور ذرا بھی محسوس نہیں کرتا۔ کہ اس کی پینے کی ضرورت پوری نہیں ہوئی۔ لیکن

**یورپ کے لوگوں کی حالت**

یہ ہے۔ کہ اگر انہیں پینے کے لئے شراب میسر نہ آئے۔ تو خواہ ان کے گھروں میں پانی کے گھڑے بھرے ہوئے ہوں۔ وہ یہی سمجھتے ہیں۔ کہ انہیں پینے کی چیز نہیں ملی۔ اب بظاہر یہ بھی ایک ضرورت ہے۔ مگر اس کے ذمہ دار خدا اور اس کے رسول نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ انہوں نے اس چیز کو انسانی صحت اور اس کی

**روح کے لئے مضر**

ہونے کی وجہ سے ناجائز قرار دے رکھا ہے۔ مگر یورپین لوگوں کو اس کی یہاں تک عادت ہوگئی ہے۔ کہ بغیر شراب کے ان کا گزارہ ہی نہیں ہوسکتا۔ اور وہ پانی پینا یوں سمجھتے ہیں۔ جیسے کسی کو قید کردیا جائے۔ تو وہ یہ خیال کرتا ہے۔ کہ اس کی آزادی میں فرق آگیا۔ جس طرح ایک قیدی قید کو اپنی آزادی میں فرق لانے والا سمجھتا ہے۔ اسی طرح یورپین لوگوں کو اگر شراب نہ ملے۔ تو وہ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ان کی آزادی میں فرق پیدا ہوگیا۔

مفتی محمد صادق صاحب جب ولایت گئے۔ تو انہوں نے وہاں سے ایک قصہ لکھا۔ یا یہاں واپس آکر انہوں نے سنایا۔ کہ ان کا انگلستان یا امریکہ میں ایک ہمسایہ بیمار ہوگیا۔ اور انہوں نے اس کی کچھ خدمت کی۔ مفتی صاحب کے اس سلوک کا اس پر بہت ہی اثر ہوا۔ اور وہ بڑا ممنون ہوا۔ جب وہ اچھا ہوگیا تو اس نے مفتی صاحب سے کہا۔ کہ میں آپکا بڑا ممنون ہوں۔ کہ آپ نے میری خدمت کی۔ اب میں آپ کے اس

**احسان کو اتارنے کے لئے**

یہ نصیحت کرتا ہوں۔ کہ آپ یہاں پانی بالکل نہ پیا کریں۔ میرے باپ نے صرف ایک دفعہ پانی پیا تھا۔ اور وہ اسی وقت مر گیا اس کے بعد میں نے آجتک کبھی پانی نہیں پیا۔ صرف شراب پیتا ہوں۔ آپ بھی یہاں پانی استعمال نہ کیا کریں۔ اب دیکھو اس کے نزدیک شراب ایسی ضروری چیز تھی کہ شراب کے بغیر اس کا گزارہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک طبعی ضرورت ہے۔ یہ

**طبعی ضرورت**

نہیں بلکہ بعد میں اسے اپنی ضرورت بنا لیا گیا ہے۔ ہم ہمیشہ پانی پیتے ہیں۔ اور ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے۔ کہ ہمیں پانی پی کر کتنا آرام اور کس قدر راحت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کو ٹھنڈے پانی کی بڑی خواہش ہوا کرتی تھی۔ اور ان کا پانی پینے کا نظارہ بھی ایسا ہوتا تھا جو ہمیشہ میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔

**مسجد مبارک میں**

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیٹھے ہوئے ہوتے تھے۔ آپ کے صحابہ آپ کے ارد گرد ہوتے۔ اور آپ مختلف باتیں بیان فرما رہے ہوتے۔ جب بات زیادہ لمبی ہو جاتی تو مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم فرماتے کہ بھئی کوئی بڑی مسجد کے کنوئیں سے جاکر پانی لے آئے۔ ان دنوں اس مسجد کے کنوئیں کا پانی بہت ٹھنڈا سمجھا جاتا تھا۔ اس پر کوئی نوجوان اٹھتا۔ اور وہ اس بڑی مسجد سے پانی لے کر پہونچ جاتا۔ مولوی عبدالکریم صاحب لوٹے کو ہی مونہہ لگا دیتے۔ اور پانی پینا شروع کر دیتے۔ ان کا پانی پینا خود اپنی ذات میں

**ایک بڑا خوشکن نظارہ**

ہوتا تھا۔ اور جس لطف سے وہ پانی پیتے تھے۔ وہ مجھے آج تک نہیں بھولتا۔ وہ پانی کے بڑے بڑے گھونٹ بھرتے اور غڑاپ غڑاپ کی آواز سنائی دیتی۔ اور بار بار الحمد للہ الحمد للہ کہتے دو چار گھونٹ پی لیتے تو کہتے الحمد للہ۔ پھر دو چار گھونٹ پیتے اور کہتے الحمد للہ غرض وہ پانی پینے میں ایسی راحت محسوس کرتے تھے۔ کہ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ دنیا کی ساری نعمتیں اس کنوئیں کے پانی میں شامل کر دی گئی ہیں۔ یہ نتیجہ تھا اس قناعت کا جس کو جسم کی صحت کے متعلق

**قرآنی تعلیم**

کو مدنظر رکھتے ہوئے انہوں نے اپنا معیار مقرر کرلیا تھا۔ اب ایسے علاقوں میں جہاں لوگ پانی پینے کے عادی ہوتے ہیں۔ اگر شراب نہیں ملتی تو کسی کو خیال بھی نہیں آسکتا۔ کہ کوئی تکلیف پہونچ رہی ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یورپین قومیں باوجود اس کے کہ جنگ ہو رہی ہے۔ اور چیزوں میں تو کمی کر رہے ہیں۔ مگر شراب کے متعلق اب تک ان کا یہی خیال ہے۔ کہ سپاہیوں کو شراب ضرور ملنی چاہیئے۔ بلکہ مجھے حیرت ہوئی کہ پچھلے دنوں

**پنجاب گورنمنٹ نے اعلان**

کیا۔ کہ اگر گھر میں چوبیس خالی بوتلوں سے زیادہ رکھی جائینگی تو یہ جرم ہوگا۔ کیونکہ سپاہیوں کے لئے شراب مہیا کرنے کے لئے بوتلوں کا ذخیرہ کافی نہیں ہے۔ اب دیکھو یہ نتیجہ اسی بات کا ہے۔ کہ پینے میں اسراف سے کام لیا گیا ہے۔ ہمارے ملک میں بھی بعض ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو گو شراب نہیں پیتے۔ مگر اور

**منشی اشیاء کا استعمال**

کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان میں تنزل اور ادبار کے زمانہ میں بھنگ پینے کا رواج بہت زور پکڑ گیا تھا۔ سندھ میں اب تک یہ رواج پایا جاتا ہے۔ چنانچہ بعض دوستوں نے سنایا۔ کہ جس طرح پنجاب میں پولیس والے جب کہیں جاتے ہیں۔ تو لوگوں سے کہتے ہیں۔ کہ ہمارے شربت شیرہ کا انتظام کرو۔ اسی طرح سندھ میں پولیس والوں کی طرف سے

**پہلا مطالبہ**

یہ ہوتا ہے۔ کہ ہمارے لئے ہری لاؤ۔ مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ بھنگ گھوٹ کر پلاؤ۔ چنانچہ ان کے لئے بھنگ گھوٹی جاتی ہے۔ اور انہیں پلائی جاتی ہے۔ یہ ساری چیزیں ایسی ہیں۔ جو اسراف میں شامل ہیں لا تسرفوا کا صرف یہ مطلب نہیں۔ کہ اگر تم پانی پیو۔ اور تمہیں ایک گلاس کی پیاس ہو۔ تو تم دو گلاس نہ پیو۔ یہ بھی معنے ہیں۔ لیکن اس کے ایک اور معنے بھی ہیں۔ اور وہ یہ کہ ہم نے تمہارے

**پینے کے لئے پانی**

مقرر کردیا ہے۔ یہ اور بات ہے۔ کہ کبھی ذائقہ کی درستی یا کسی اور طبعی ضرورت کے ماتحت شربت پی لیا جائے یا بوتل کا استعمال کر لیا جائے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا۔ کہ خدا تعالےٰ کا پیدا کردہ پانی ہمارے پینے کے لئے کافی نہیں۔ یوں تو ہم میں سے ہر شخص کبھی لیمونیڈ استعمال کر لیتا ہے۔ کبھی شربت بنا کر پی لیتا ہے مگر یہ نہیں ہوتا۔ کہ اگر لیمونیڈ یا شربت نہ ملے۔ اور انسان سفر پر ہو۔ یا کسی ایسے علاقہ میں ہو۔ جہاں یہ چیزیں میسر نہ آسکتی ہوں۔ تو ہم تکلیف محسوس کریں۔ ہمیں اگر لیمونیڈ نہ ملے گا۔ یا شربت نہ ملے گا۔ تو ہمیں اس سے ذرہ بھی تکلیف نہیں ہوگی کیونکہ ہم پینے کے لئے پانی کافی سمجھیں گے۔ لیکن شرابی کی یہ حالت نہیں ہوتی



**یوم التبلیغ برائے غیر مسلم اصحاب**

۲۳ مئی بروز اتوار یوم التبلیغ غیر مسلم اصحاب کے لئے مقرر ہے۔ احباب اس کے لئے اچھی طرح تیاری کریں۔

(ناظر دعوۃ و تبلیغ)

بھنگ والے کو جب تک بھنگ نہ پلائی جائے شراب والے کو جب تک شراب نہ ملے اور اس کا نشہ پورا نہ ہو۔ اُسے تکلیف ہی تکلیف رہتی ہے۔ اور کسی چیز میں مزا نہیں آتا۔

غرض اسلام نے ہمارے لئے زندگی کا ایک ایسا معیار مقرر کر دیا ہے جس سے ہر زمانہ اور ہر قسم کے حالات میں ہمیں آرام رہتا ہے۔ دیکھو اس وقت لڑائی ہو رہی ہے۔ اور شاذونادر کے طور پر ایسا موقعہ بھی آجاتا ہے۔ جب پینے کے لئے پانی میسر نہ آسکے۔ لیکن عام طور پر ہر جگہ پینے کے لئے پانی میسر آجاتا ہے۔ پس مومن کہیں چلا جائے۔ اسے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ پانی ہر جگہ موجود ہوگا۔ اور وہ اسے پی کر اپنی ضرورت کو پورا کر سکے گا۔ اسی طرح پیٹ بھرنے کے لئے ہر جگہ غذائیں موجود ہوتی ہیں۔

پس انسان کو چاہیئے۔ کہ وہ ایسی عادتیں نہ ڈالے۔ اور ایسی غذائیں اپنے لئے تجویز نہ کر لیا کرے۔ جن کے نہ ملنے کی وجہ سے اسے اپنے علاقہ میں یا کسی اور علاقہ میں دکھ اور تکلیف محسوس ہو۔

میں نے **تحریک جدید کو جاری کرتے وقت** اسی اصل کو مدنظر رکھا تھا۔ اور میں نے کہا تھا۔ کہ ہمیشہ ایک کھانا کھاؤ۔ میرا مطلب یہ تھا۔ کہ جب انسان ایک کھانا کھائے گا تو لازمی طور پر وہ ایسا ہی کھانا کھائے گا جس سے اس کا پیٹ بھر سکے یہ تو نہیں کر سکتا۔ کہ وہ ایک کھانا بھی کھائے۔ اور پھر وہ کھانا ایسا ہو۔ جو صرف زبان کے ذائقہ کے لئے ہو۔ پیٹ بھرنے کے لئے کافی نہ ہو۔ مثلاً چٹنیاں اور مربے ایسی چیزیں ہیں۔ جن پر انسان گزارہ نہیں کر سکتا یہ صرف زبان کے ذائقہ کے لئے ہوتی ہیں۔ پس

**میری غرض**

یہ تھی۔ کہ جب ہماری جماعت کے لوگ ایک کھانا کھانے پر آجائیں گے۔ تو لازماً وہ ایسا ہی کھانا کھائیں گے جو ان کا پیٹ بھر سکے۔ اور ان کھانوں کو چھوڑتے چلے جائیں گے۔ جو محض ذائقہ کی درستی کے لئے ہوتے ہیں۔ جو لوگ کئی کھانوں کے عادی ہوتے ہیں۔ وہ بعض ایسے کھانے بھی اپنے دستر خوان پر لے آتے ہیں جن کا پیٹ بھرنے سے تعلق نہیں ہوتا۔ صرف **زبان کے چسکہ سے تعلق** ہوتا ہے۔ ورنہ ایک کھانا کھانے والے ہمیشہ ایسا ہی کھانا کھاتے ہیں۔ جس سے ان کا پیٹ بھر جائے۔ زبان کے ذائقہ کے لئے وہ کسی اور کھانے کی طرف نہیں جاتے۔ صرف ملّا لوگوں کے متعلق میں نے سنا ہے کہ وہ بعض دفعہ خالی فرنی پر گزارہ کر لیتے ہیں اور اتنا کھا جاتے ہیں۔ کہ انہیں کسی اور کھانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن عام طور پر خالی فرنی پر لوگ گزارہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے لازمی طور پر انہیں **روٹی سالن۔ یا چاول سالن** تیار کرنا پڑتا ہے۔ اور بقیہ کھانوں سے وہ بچ جاتے ہیں۔ کیونکہ روٹی ایک ایسی چیز ہے۔ جو انسان کا پیٹ بھرنے کے لئے کافی ہے۔ خواہ گیہوں کی روٹی ہو یا جو کی۔ باجرے کی ہو۔ یا مکئی کی۔ بہرحال روٹی پیٹ بھرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ اور اس طرح ایک کھانا کھانے کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان ان کھانوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ جو محض زبان کے ذائقہ کے لئے ہوتے ہیں۔ پیٹ بھرنے کے لئے نہیں ہوتے اور ان کھانوں کو اختیار کرتا ہے۔ جو پیٹ بھر دیتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں۔ آجکل **یورپ میں بڑا شور** اس بات پر ہے۔ کہ لوگوں کو ہوٹلوں میں دو دو۔ تین تین کھانوں سے زیادہ کھانے نہیں ملتے۔ اور ان کے لئے یہ امر بڑی تکلیف کا موجب ہے۔ لیکن ہمیں خدا تعالےٰ کے فضل سے تحریک جدید کے ماتحت جو درحقیقت احیاء تھا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم کا ایک کھانا کھانے میں ذرا بھی گھبراہٹ اور تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ ہم سمجھتے ہیں۔ کہ ایک کھانا کھانے سے ہماری ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔

**تعیش کے سامان**

ہم نے اپنے لئے پیدا ہی نہیں کئے۔ کہ ان کے نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں تکلیف محسوس ہو۔

غرض اللہ تعالےٰ نے اس ذریعہ سے ہمارے لئے ایسی آسانی پیدا کر دی ہے کہ جو بات ان کے لئے تکلیف کا موجب ہے۔ وہ ہمارے نزدیک نہ صرف تکلیف کا موجب نہیں۔ بلکہ ہم اسے بھی تعیش قرار دیتے ہیں۔ آجکل اخبارات میں بڑے بڑے لوگوں کی دعوتوں کا ذکر چھپتا ہے اور لکھا ہوتا ہے۔ کہ یہ دعوت اتنی سادہ تھی۔ اتنی سادہ تھی۔ کہ حد ہو گئی۔ صرف شوربا تھا۔ پنیر تھا۔ کچھ کباب تھے۔ اور کچھ سیلڈ تھا۔ اس طرح وہ تین چار کھانے گن دیتے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں۔ کہ سادگی کی حد ہو گئی۔ فلاں بادشاہ یا فلاں پریذیڈنٹ کے ہاں دعوت ہوئی۔ اور اس دعوت میں صرف تین چار کھانے تیار ہوئے۔ حالانکہ اگر ہم اسلامی طریق پر چلیں۔ تو اتنے کھانے ہمارے نزدیک زمانہ امن کی بڑی بھاری دعوتوں میں ہونے چاہئیں۔ **روزانہ استعمال کے لئے** اتنا ہی کافی ہوتا ہے۔ کہ دال روٹی۔ یا سالن روٹی یا دال یا سالن کے ساتھ چاول ہوں اور وہ کھانے کے لئے مل جائیں۔ بلکہ ہمارے ملک میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو اس سے بھی محروم رہتے ہیں انہیں نہ دال میسر آتی ہے۔ اور نہ گوشت۔ وہ صرف اچار سے روٹی کھا لیتے ہیں۔ یا لسی کے ساتھ روٹی کھا لیتے ہیں۔ چنانچہ جن جن علاقوں میں اسلامی تمدن زیادہ عرصہ تک جاری رہا ہے۔ وہاں یہی پرانا طریق اب تک جاری ہے۔ سندھ میں چونکہ ایک لمبے عرصہ تک اسلامی حکومت رہی ہے اس لئے وہاں اب تک یہ دستور ہے کہ غرباء **لسی کے ساتھ باجرے کی روٹی** کھا لیتے ہیں۔ اور امراء دودھ کے ساتھ باجرے کی روٹی کھا لیتے ہیں۔

ایک دفعہ میں نے کچھ زمین خریدنے کے لئے ایک افسر کو مقرر کیا۔ وہ افسر زمین خریدنے کے لئے میر خاندان کے اس فرد کے پاس پہنچا۔ جس سے سودا ہونا تھا۔ (میر خاندان سندھ پر ایک لمبے عرصہ تک حکومت کر چکا ہے۔ اور اب بھی اس خاندان کے افراد اچھے بڑے زمیندار ہیں) اتفاق ایسا ہوا۔ کہ میر صاحب اس وقت گھر پر نہیں تھے۔ اور گو وہ ایسے بڑے زمینداروں میں سے نہیں۔ مگر گورداسپور کے علاقہ کے لحاظ سے وہ اچھے بڑے زمیندار ہیں۔ اور ان کی پندرہ سولہ سو ایکڑ نہری زمین ہے وہ چونکہ گھر پر نہیں تھے۔ اس لئے یہ اُن کی بیٹھک میں جا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکی آئی۔ اس کے **ہاتھ میں کٹورا** تھا۔ اور کٹورا ایک کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا۔ جس کے اندر کوئی چیز تھی۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے سمجھا۔ کہ یہ تھال ہے اور انہوں نے تھال پر کپڑا لپیٹ کر کٹورے کو ڈھانکا ہوا ہے۔ لڑکی کٹورا رکھ کر اندر چلی گئی۔ میں نے دیکھا تھا۔ تو اس میں دودھ تھا۔ میں نے سمجھا کہ شائد گھر والوں نے ناشتہ کے طور پر دودھ بھجوایا ہے۔ چنانچہ میں نے دودھ پی لیا۔ میر صاحب کو آنے میں دیر ہو گئی۔ اور وہ دو تین گھنٹے کے بعد پہنچے۔ آتے ہی انہوں نے کہا۔ کہ مولوی صاحب آپ نے **کھانا کھا لیا** ہے۔ میں نے کہا۔ نہیں۔ کہنے لگے کیا ابھی تک کھانا نہیں آیا۔ میں نے کہا نہیں آیا۔ خیر وہ اندر گئے۔ اور انہوں نے گھر والوں سے کہا۔ کہ اب تک کھانا کیوں نہیں بھجوایا۔ اور خواہ مخواہ مجھے شرمندہ کروایا ہے۔ وہ دوست کہتے ہیں۔ کہ میں بھی ان کی آہستہ کی باتیں سن رہا تھا۔ گھر والوں نے کہا۔ کہ کھانا تو دو تین گھنٹے ہوئے ہم بھجوا چکے ہیں۔ وہ کہنے لگے۔ بھجوایا کہاں ہے۔ میں ابھی پوچھ کر آیا ہوں۔ اور وہ کہتے ہیں۔ کہ کھانا نہیں آیا۔ بیوی کہنے لگی کہ میں نے فلاں لڑکی کے ہاتھ کھانا بھجوایا تھا۔ اور وہ ان کے پاس چھوڑ کر آگئی تھی۔ خیر وہ پھر واپس آئے۔ اور انہوں نے کٹورے کو پڑا ہوا دیکھا کٹورا چونکہ ڈھکا پڑا تھا۔ اس لئے انہوں نے کپڑا اٹھا کر دیکھا۔ تو کٹورا خالی تھا۔

کہنے لگے مولوی صاحب آپ نے دودھ پیا ہے۔ میں نے کہا دودھ تو پی لیا ہے مگر کھانا نہیں کھایا۔ انہوں نے اس کپڑے کو جو کٹورے پر رکھا ہوا تھا اٹھایا تو میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ کہ جسے میں تھالی سمجھ رہا تھا۔ وہ

### باجرے کی روٹی

نکل آئی۔ گویا گھر والوں نے کھانے کے لئے باجرے کی روٹی اور ساتھ دودھ کا کٹورا بھیج دیا۔ اور سمجھ لیا۔ کہ ان کو اس سے زیادہ اور کس چیز کی ضرورت ہے۔ آخر میر صاحب بھی سمجھ گئے۔ کہ کیا بات ہوئی ہے۔ اور انہوں نے گھر جا کر کہا۔ کہ یہ لوگ اس کھانے کے عادی نہیں ہیں۔ ان کے لئے چاول پکوا کر بھجواتے تو وہ سمجھتے کہ ان کے لئے کھانا آیا ہے اب دیکھو کہ ان کی سندھ میں پندرہ سو ایکڑ زمین ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ وہ

### ساٹھ مربعوں کے مالک

ہیں۔ اگر کسی پنجابی کے پاس ساٹھ مربعے ہوں۔ تو اس کا دماغ پھر جاتا ہے۔ عام طور پر ہمارے ہاں زمینداروں میں یہ کہا جاتا ہے۔ کہ فلاں صاحب بڑے رئیس ہیں انکے پاس چار مربعے ہیں یا پانچ مربعے ہیں۔ مگر انکے پاس ساٹھ مربعے تھے۔ اور زمین بھی نہری تھی۔ مگر باوجود اس کے ان کی غذا یہی تھی۔ کہ دودھ کے ساتھ باجرے کی روٹی کھالی۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ سندھ میں

### دیر تک اسلامی حکومت

رہی ہے۔ اور چونکہ سندھ ایک اسلامی ملک تھا اس لئے کھانے پینے کے معاملہ میں مسلمان اس قدر اسراف سے کام نہیں لیتے تھے۔ جس قدر اسراف سے وہ لوگ کام لیا کرتے تھے۔ جو غیر ممالک میں تھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہاں کے لوگ بڑے مہمان نواز ہیں۔ اور ان میں مہمان نوازی کی عادت بہت حد تک پائی جاتی ہے۔ اور یہ صرف سندھ پر منحصر نہیں۔ جس جس ملک میں مسلمان زیادہ ہیں۔ وہاں

### مہمان نوازی کی عادت

لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ وہ اسراف نہیں کرتے۔ مہمان گھر پر آجائے تو انہیں ذرا بھی گھبراہٹ محسوس

نہیں ہوتی۔ اور جو کچھ گھر میں پکا ہو۔ وہ اس کے سامنے لاکر رکھ دیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں

### غیر مذاہب کے اثر کے نیچے

مہمان نوازی کا جذبہ بہت کم ہوگیا ہے۔ اور ہر شخص خواہ اسے کتنی بڑی تنخواہ ملتی ہو۔ یہ سمجھتا ہے کہ میرا گزارہ اس تنخواہ میں نہیں ہوسکتا۔ کسی کو اگر ہزار روپیہ تنخواہ ملتی ہے۔ تو وہ فوراً حساب لگا لیتا ہے۔ کہ ڈیڑھ سو روپیہ کوٹھی پر خرچ آئے گا ڈیڑھ دو سو ملازموں کی تنخواہوں پر صرف ہو جائے گا۔ پھر اپنا دھوبی رکھنا پڑیگا۔ جو کپڑے دھوئیگا۔ اپنا نائی رکھنا پڑے گا جو روزانہ ڈاڑھی مونڈے گا۔ پھر اتنا روپیہ بیوی کے عطروں اور پوڈروں اور فیتوں پر خرچ آئے گا۔ اور اس قدر روپیہ فرنیچر پر صرف ہوگا۔ غرض اسی طرح وہ حساب لگاتا چلا جاتا ہے۔ اور آخر میں اسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آمد تو ہزار روپیہ ہے۔ مگر میرا خرچ گیارہ بارہ سو روپیہ ہے۔ یا

### آمد پانچ سو روپیہ ہے تو خرچ سات سو روپیہ

ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کے ہاں جب کوئی مہمان آجاتا ہے۔ اسے دیکھتے ہی اس کی جان نکل جاتی ہے۔ کہ میں تو آگے ہی مقروض ہوں۔ اسے کھانا کہاں سے کھلاؤں۔ اسی وجہ سے خصوصاً شہر بہت ہی بدنام ہیں۔ لاہور کے متعلق تو عام لطیفہ مشہور ہے۔ کہ جب کسی کے ہاں مہمان آتا ہے۔ تو وہ پہلے اس سے یہ دریافت کرتا ہے۔ کہ آپ کس گاڑی سے واپس جائینگے اور جب

### ریل کا وقت قریب

آتا ہے۔ تو میزبان کھانا لانے میں عمداً دیر کر دیتا ہے۔ اور جب بہت ہی تھوڑا وقت رہ جاتا ہے۔ تو وہ آکر کہتا ہے۔ کہ صاحب کھانا بھی تیار ہے۔ اور ریل بھی تیار ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ یہ ریل کا وقت سن کر کھانا کہاں کھائے گا۔ یہی کہے گا۔ کہ اگر ریل کا وقت ہوگیا ہے۔ تو پھر میں کھانا نہیں کھاتا۔ ایسا نہ ہو میں رہ جاؤں۔ غرض لاہور کے متعلق یہ

### لطیفہ عام طور پر مشہور

ہے۔ مگر اس سے مراد لاہور کے اصلی باشندے ہیں۔ باہر سے آنے جانے والے جو وہاں ٹھہرتے ہیں۔ ان میں کچھ مدت تک مہمان نوازی کی عادت قائم رہتی ہے۔ ایسے موقعوں پر بعض لوگ ڈھیٹ بن کر کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ بہت اچھا آپ کھانا لے آئیں۔ ہم کسی اور گاڑی پر روانہ ہو جائیں گے۔ یہ سنکر وہ اس وقت کھانے کے انتظام کے لئے دوڑتے ہیں۔ کیونکہ درحقیقت انہوں نے پہلے کھانا تیار نہیں کیا ہوتا۔ گو اس لطیفہ میں مبالغہ ہوگا۔ اور یقیناً ہے۔ کیونکہ کسی ملک یا کسی شہر کے تمام افراد کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ وہ جذبۂ مہمان نوازی سے عاری ہیں۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ شہریوں نے اپنی ضرورتیں اتنی بڑھالی ہیں۔ اتنی بڑھالی ہیں۔ کہ

### نیک کاموں پر خرچ

کرنے کے لئے انہیں اپنی تنخواہوں میں گنجائش ہی نظر نہیں آتی۔ مگر جن لوگوں نے تحریک جدید کے مطالبات پر عمل کیا ہے۔ انہیں جنگ کے باوجود خدا تعالےٰ کے فضل سے کوئی تکلیف نہیں۔ میں لوگوں سے کئی دفعہ سنتا ہوں۔ کہ سونا اب سو روپے تولہ ہوگیا ہے۔ اب ہم زیورات کس طرح بنوائیں۔ مگر میں نے آج تک کسی احمدی کو اس رنگ میں

### افسوس کا اظہار

کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ اس بات پر تو افسوس کا اظہار کر دیتے ہیں۔ کہ جب سونا ساٹھ روپے تولہ تھا۔ اس وقت ہم نے فلاں زیور کیوں فروخت کیا۔ اب فروخت کرتے تو زیادہ روپیہ مل جاتا۔ مگر میں نے کسی احمدی کے مونہہ سے یہ نہیں سنا۔ کہ اب سونا سخت مہنگا ہوگیا ہے نئے زیورات کس طرح بنوائیں۔ یہ اسی لئے ہے کہ

### تحریک جدید کے ماتحت

ہماری جماعت کے قلوب سے اسراف کی عادت خدا تعالےٰ کے فضل سے نکل گئی ہے۔ مگر آج جس مضمون کی طرف میں خصوصیت کے ساتھ توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے

کہ پہلے تو جماعت نے اس تحریک کو محض میری اطاعت کے طور پر مانا تھا۔ مگر اب میں چاہتا ہوں۔ کہ دوست اس بات کو دیکھیں۔ کہ کس طرح خدا تعالےٰ نے تحریک جدید کے زمانہ میں ہی ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں جن کے نتیجہ میں لوگ اس بات پر مجبور ہو رہے ہیں۔ کہ اپنے حالاتِ زندگی میں تغیر پیدا کریں۔ اور کھانے اور پینے کی چیزوں میں کمی کریں۔

پس انہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ دنیا میں اس قسم کے زمانے بھی آتے رہتے ہیں۔ اس لئے انہیں نہ عارضی طور پر بلکہ

### مستقل طور پر اپنی عادتوں میں ایسا تغیر

پیدا کرنا چاہیئے۔ اور اپنے حالات زندگی میں ایسی سادگی اختیار کرنی چاہیئے۔ کہ زمانہ کا رنگ کیسا ہی بدل جائے۔ انہیں کوئی دکھ اور تکلیف محسوس نہ ہو۔ میں نے بتایا ہے۔ کہ جن حالات میں ہم روز اول سے اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ہمیں ذرا بھی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ وہ یوروپین لوگوں کے لئے شدید مشکلات کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ بلکہ آج کل بھی جن حالات میں سے وہ گزر رہے ہیں۔ وہ ہمارے نزدیک تعیش کے سامان اپنے اندر رکھتے ہیں۔ پس دنیا کے حوادث ایک سچے مومن کے لئے کسی تکلیف کا موجب نہیں ہوسکتے۔ آخر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر دنیا میں اور کون ہے۔ جو اس بات کا مستحق ہوسکتا ہے۔ کہ اسے آرام اور راحت پہنچے اگر کوئی چیز فائدہ کا موجب ہوسکتی ہے اگر کوئی چیز

### ہماری زندگی کے لئے ضروری

سمجھی جاسکتی ہے۔ اگر کوئی چیز ایسی ہے جس سے ہم راحت اور آرام محسوس کر سکتے ہیں۔ تو ہر مومن جس کے دل میں ایک ذرہ بھر بھی ایمان ہو۔ وہ ہر راحت اور آرام کی چیز کو استعمال کرتے وقت اس امر کی خواہش کرے گا کہ کاش اسے اس امر کی توفیق ہوتی کہ وہ اس راحت اور آرام کی چیز کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لئے مہیا کر سکتا۔ ہم دیکھتے ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں سچی محبت تھی۔ انہوں نے عملی طور پر اس کا ثبوت دے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق تاریخ میں آتا ہے کہ جس وقت سب سے پہلے ہوائی چکیاں آئیں۔ اور مدینہ میں ان چکیوں کے ذریعہ میدے کی طرح نہایت باریک آٹا تیار ہونے لگا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا۔ کہ سب سے پہلا آٹا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا جائے۔ تاکہ سب سے پہلے وہ اس آٹے کو استعمال کریں پھر کسی اور کو استعمال کرنے کے لئے دیا جائے گا۔ وہ

### میدے کی طرز کا باریک آٹا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں تحفۃً بھیجا گیا۔ اور عرض کیا گیا۔ کہ سب سے پہلے آپ اس کی روٹی پکا کر کھائیں۔ اس کے بعد اور لوگوں کو کھانے کی اجازت دیجائے گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آٹا پکوایا اور اس کی روٹی کھانے لگیں۔ ارد گرد کی عورتیں یہ سنکر کہ ایک نئی قسم کا آٹا آیا ہے اور وہ نہایت ہی باریک ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع ہو گئیں۔ ہم اس بات کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے۔ کہ عورتیں کیوں جمع ہوئیں۔ کیونکہ ہم مدتوں سے باریک آٹا استعمال کرتے چلے آرہے ہیں۔ اور ہمارے لئے اس میں کوئی حیرت اور تعجب کی بات نہیں رہی۔ مگر شروع شروع میں گاؤں کے لوگ بھی بڑے حیران ہوتے تھے۔ اور جب مشینوں سے آٹا پس کر جاتا۔ تو وہ ارد گرد سے اس کو دیکھنے کے لئے اکٹھے ہو جاتے تھے۔ اس طرح کا ایک مجمع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع ہو گیا۔ اور محلہ کی سب عورتیں اکٹھی ہو گئیں۔ وہ پھلکوں کو ہاتھ لگاتیں اور کہتیں واہ وا کیسے نرم پھلکے ہیں۔ آخر وہ خادمہ جس نے پھلکے پکائے تھے۔ اس نے ایک دو پھلکے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے رکھدیئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک لقمہ لیا اور مُنہ میں ڈالا۔ مگر منہ میں لقمہ ڈالتے ہی آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ خادمہ کو شبہ پیدا ہوا کہ کہیں روٹی میں کوئی نقص نہ رہ گیا ہو۔ وہ کہنے لگی۔ بی بی روٹی تو بڑی نرم ہے اور بغیر سالن کے آپ ہی گلے سے اترتی جاتی ہے۔ مگر آپکی حالت سے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ لقمہ آپ کے گلے میں پھنس گیا ہے۔ کیا روٹی میں کوئی نقص تو نہیں رہ گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ تمہارا اسمیں کوئی قصور نہیں۔ روٹی بڑی نرم ہے مگر یہ واقعہ میں میرے گلے میں پھنس گئی ہے۔ کیونکہ منہ میں روٹی کا لقمہ ڈالتے ہی مجھے خیال آیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں چکیاں نہیں ہوا کرتی تھیں اور ہم بعض دفعہ پتھر پر پتھر رکھ کر گیہوں پیس لیتے۔ اور بسا اوقات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے میں ایسے ہی موٹے اور بے چھنے آٹے کی روٹی رکھا کرتی تھی۔ آج اس روٹی کا نرم نرم لقمہ میرے منہ میں جاتے ہی مجھے خیال آیا کہ اگر یہ چکیاں اس وقت ہوتیں تو میں اس آٹے کی روٹی پکا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلایا کرتی۔ یہی خیال ہے۔ جس کے آنے سے میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور یہ لقمہ میرے گلے میں پھنس گیا۔

اب دیکھ لو یہ

### سچے عشق کا نتیجہ

ہے۔ روٹی کی نرمی میں کوئی شبہ نہیں۔ آٹے کے اچھا ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ مگر جب اس نعمت کے استعمال کا وقت آیا۔ تو جو محبوب ترین وجود تھا۔ اس کی طرف خیال چلا گیا۔ کہ کاش یہ نعمت ہم اس کے سامنے رکھ سکتے۔ میں نے کئی دفعہ اس زمانہ کے ایک عاشق کا بھی قصہ سنایا ہے۔ منشی روڑا صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشاق میں سے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ وہ کوشش کرتے تھے کہ ہر جمعہ یا اتوار کو قادیان پہنچ جایا کریں۔ چنانچہ انہیں جب بھی چھٹی ملتی۔ یہاں آجاتے اور کوشش کرتے۔ کہ اپنے سفر کا ایک حصہ پیدل طے کریں۔ تاکہ کچھ رقم بچ جائے۔ اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ اُن کی تنخواہ اس وقت بہت تھوڑی تھی۔ غالباً پندرہ بیس روپے تھی۔ اور اس میں وہ نہ صرف گذارہ کرتے۔ بلکہ سفر خرچ بھی نکال لیتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھی نذرانہ پیش کرتے۔ میں نے ان کا ہمیشہ ایک ہی کوٹ دیکھا ہے۔ دُوسرا کوٹ پہنتے ہوئے میں نے ان کو ساری عمر میں نہیں دیکھا۔ انہوں نے تہ بند باندھا ہوا ہوتا تھا۔ اور معمولی سا کرتہ ہوتا تھا۔ ان کی بڑی خواہش یہ ہوتی تھی۔ کہ وہ آہستہ آہستہ کچھ رقم جمع کرتے رہیں۔ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں

### نذرانہ عقیدت کے طور پر

پیش کردیں۔ رفتہ رفتہ وہ اپنی دیانت سے ترقی کرتے گئے۔ اور تحصیلدار ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے کچھ مہینوں یا ایک سال کے بعد وہ قادیان میں آئے۔ اور مجھے اندر کسی نے آکر کہا کہ منشی روڑا صاحب دروازہ پر آپ کو ملنے کے لئے آئے ہیں۔ میں باہر آیا۔ انہوں نے جلدی سے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور جیب میں سے (مجھے اچھی طرح یاد نہیں) تین یا چار پونڈ سونے کے نکالے۔ اور نکال کر میرے سامنے کئے۔ جونہی انہوں نے پونڈ دینے کے لئے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ ان پر اتنی رقت طاری ہوئی۔ کہ وہ چیخیں مار کر رونے لگ گئے اور انہوں نے اس طرح تڑپنا شروع کر دیا جس طرح

### ذبح کیا ہوا بکرا

تڑپتا ہے۔ میری عمر اُس وقت چھوٹی تھی۔ انیس سال عمر تھی۔ میں انہیں اس حالت میں دیکھ کر گھبرا گیا۔ کہ نہ معلوم انہیں کیا ہو گیا ہے۔ مگر میں چپ کا کھڑا رہا اور وہ روتے رہے۔ روتے رہے اور روتے رہے۔ کئی منٹ کے رونے کے بعد جب وہ اپنے نفس کو قابو کر سکے۔ یعنی اتنا قابو کہ ان کے گلے میں سے آواز نکل سکے تو نہایت ہی کرب اور اندوہ سے انہوں نے مجھے کہا کہ میری بد قسمتی دیکھو کہ ساری عمر میرے دل میں یہ خواہش رہی کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے

### سونا تحفہ کے طور پر

پیش کروں۔ مگر اس کی توفیق نہ ملی۔ مگر اب جو میں سونا پیش کرنے کے قابل ہوا۔ تو وہ اس دُنیا میں نہیں ہیں۔ یہ کہہ کر اُن پر پھر وہی حالت طاری ہو گئی۔ اور ذبح کئے ہوئے بکرے کی طرح تڑپنے لگے۔ اور میں جو ان کے جذبات سے واقف ہو چکا تھا اپنے جذبات کو بصد مشکل دبا کر اُن کے سامنے کھڑا رہا۔ تو اگر واقعہ میں دنیا کی یہ نعمتیں کوئی نعمتیں ہیں اور اگر واقعہ میں ان سے ہمیں کوئی حقیقی آرام پہنچ سکتا ہے۔ تو ایک مومن کا دل ان کو استعمال کرتے وقت ضرور دکھتا ہے کہ اگر یہ نعمتیں ہیں تو پھر یہ اس قابل تھیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملتیں۔ اور پھر آپؐ کے بعد آپؐ کے ظل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملتیں۔ میں چھوٹا ہی تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مجھے

### شکار کا شوق

پیدا ہو گیا۔ ایک ہوائی بندوق میرے پاس تھی۔ جس سے میں شکار مار کر گھر لایا کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ کھانا کم کھایا کرتے تھے۔ اور آپکو دماغی کام زیادہ کرنا پڑتا تھا۔ اور میں نے خود آپ سے یا کسی اور طبیب سے یہ سنا ہوا تھا۔ کہ شکار کا گوشت دماغی کام کرنیوالوں کے لئے مفید ہوتا ہے۔ اس لئے میں ہمیشہ شکار آپکی خدمت میں پیش کر دیا کرتا تھا۔ مجھے یاد ہی نہیں کہ اس زمانہ میں میں نے خود کبھی شکار کا گوشت اپنے لئے پکوایا ہو۔ ہمیشہ میں شکار مار کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دے دیا کرتا تھا۔ تو جب انسان کو اپنے

### محبوب سے محبت کامل

ہوتی ہے۔ تو پھر یا تو وہ کسی چیز کو راحت ہی نہیں سمجھتا۔ اور یا اگر راحت سمجھتا ہے۔ تو کہتا ہے۔ یہ اس کے محبوب کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قرآنی علوم کے بڑے بڑے معارف اپنے فضل سے کھولے ہیں۔ مگر بیسیوں مواقع مجھ پر ایسے آئے ہیں جبکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی نکتہ مجھ پر کھولا گیا تو میرے دل میں اُس وقت بڑی تمنا اور آرزو یہ پیدا ہوئی۔ کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ نکتہ مجھ پر کھلتا۔ تو میں ان کے سامنے پیش کرتا۔ اور مجھے ان کی خوشنودی حاصل ہوتی۔ اصل مقام تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا خیال مجھے اس لئے آیا کرتا ہے کہ انہوں نے مجھے قرآن شریف پڑھایا۔ اور انہیں مجھ سے بے حد محبت تھی۔ اور ان کی یہ خواہش ہوا کرتی تھی۔ کہ میں قرآن پر غور کروں۔ اور اس کے مطالب نکالوں۔ تو یہ چیزیں جو ہیں ہمارے لئے حقیقی راحت کا موجب نہیں

ہو سکتیں۔ بلکہ

### اگر ہمارے عشق وابستہ

ہیں۔ بعض ایسی ہستیوں سے جواب دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ تو یہ نعمتیں بجائے راحت کے ہمارے لئے تکلیف کا موجب ہو جاتی ہیں۔ جب بھی جلسہ ہوتا ہے۔ اور لوگ دور دور سے جمع ہوتے ہیں میرے قلب پر اس وقت رقت طاری ہو جاتی ہے۔ اس خیال سے کہ سلسلہ کی یہ عظمت اور یہ شان اور اس کی یہ ترقی ہم لوگ جن کا اس ترقی میں کوئی بھی ہاتھ نہیں وہ تو دیکھ رہے ہیں۔ مگر وہ شخص جس کے ذریعہ سے یہ سب کام ہوا۔ اور جس نے اس کی خاطر سب دنیا سے تکلیفیں سہیں وہ انہیں نہیں دیکھ رہا۔

تو سچی بات یہ ہے۔ کہ

### محبت اور عشق کے ہوتے ہوئے

یہ چیزیں کہ کہیں تعیش کے سامان ہیں کہیں دنیوی سامانوں کی بہتات ہے۔ انسان کے لئے راحت کا موجب نہیں ہو سکتیں۔ اور اس وجہ سے ان کا چھوڑنا بھی انسان کے لئے زیادہ تکلیف کا موجب نہیں ہو سکتا۔ پس ہم اگر ان چیزوں کو چھوڑ دیں۔ تو ہمارے لئے ان کا چھوڑنا ذرہ بھی تکلیف کا موجب نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر ہم ان کو چھوڑ دیں۔ تو دنیا کے لئے جنت کی کیفیت پیدا کرنے میں ممد ہو سکتے ہیں۔ آخر یہ غربتیں اور تکلیفیں اسی وجہ سے ہیں۔ کہ کچھ لوگ زیادہ عیاشی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور وہ کروڑوں من غلہ اور کروڑوں من انگور شرابوں کے بنانے میں صرف کر دیتے ہیں۔ اگر وہ لوگ بھی پانی پر کفایت کرتے۔ تو

### کروڑوں من غلہ اور انگور

لوگوں کے پیٹوں میں جاتا۔ اور اس طرح ان کو ایک مقوی غذا بھی ملتی۔ ان کے دل کو بھی طاقت حاصل ہوتی۔ اور ان کے دماغ کو بھی تر و تازگی حاصل ہوتی۔ مگر انہوں نے ایک ایسی ضرورت پیدا کر لی ہے۔ جو

### حقیقی ضرورت

نہیں۔ اور اس کی وجہ سے وہ دنیا کے ایک معتد بہ حصہ کو غلہ سے اور پھلوں

سے محروم کر رہے ہیں۔ ورنہ وہی غلہ اور وہی پھل کروڑوں لوگوں کی صحت اور ان کی راحت کا موجب ہوتا۔ یہی حال باقی اشیاء کا ہے۔ جتنا جتنا انسان زیادہ تکلفات اختیار کرتا ہے۔ اتنا اتنا خود اس کی زندگی قربانی سے محروم ہوتی جاتی ہے۔ اور دوسرے انسانوں کو بلا وجہ اس کے لئے قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ جس کے پاس زیادہ روپیہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے روپیہ کے زور سے

### دوسروں کا حق

چھیننے کی کوشش کیا کرتا ہے۔ مثلاً گندم اور چاول ہیں۔ یہ عام ملنے والی چیزیں ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص ایک سیر گندم کو ایک چھٹانک نشاستہ کی شکل میں تبدیل کر دیتا ہے اور وہ نشاستہ اپنے استعمال میں لاتا ہے یا کسی اور طرز پر اس کی کمیت کو کم کر دیتا ہے۔ تو دوسرے الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس نے ۱۵ چھٹانک غلہ سے دنیا کو محروم کر دیا۔ اسی طرح وہ شخص جس نے ایک سیر جو کی شراب بنا کر ایک گلاس پی لیا۔ اس نے ایک آدمی کو صبح اور شام کے کھانے سے محروم کر دیا۔

پس تحریک جدید درحقیقت

### اسلام کے احیاء کا نام

ہے۔ جدید وہ صرف ان معنوں میں ہے کہ دنیا اس سے ناواقف ہو گئی تھی۔ ورنہ درحقیقت وہ تحریک قدیم ہی ہے۔ میں ایک دفعہ ایک دعوت میں شامل ہوا۔ جو ایک انگریز افسر کے اعزاز میں دی گئی تھی۔ میں عموماً ایسی دعوتوں میں نہیں جایا کرتا۔ مگر لوگوں نے مجھے مجبور کیا کہ میں اس دعوت میں ضرور شریک ہوں میں نے کہا میں نہیں جاتا۔ کیونکہ عموماً ایسی دعوتوں میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں۔ اور انگریز عورتیں مصافحہ کرنے کی کوشش کیا کرتی ہیں۔ اور میں چونکہ

### اسلامی تعلیم کے ماتحت

عورتوں سے مصافحہ کرنا ناجائز سمجھتا ہوں اس لئے انہیں تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ اور وہ اس بات میں اپنی ہتک محسوس کرتی ہیں۔ مگر لوگوں نے کہا۔ کہ آپ ضرور چلیں۔

ہم آپ کو الگ بٹھا دیں گے۔ خیر میں چلا گیا۔ یہ دعوت ایک جرنیل کی تھی۔ جب اس جرنیل کو معلوم ہوا۔ کہ میں بھی وہاں آیا ہوا ہوں۔ تو وہ بڑے شوق سے مجھ سے ملنے کے لئے آیا۔ اور اپنے ساتھ اپنی بیوی کو بھی لے آیا آتے ہی اس کی

### عورت نے مصافحہ کے لئے ہاتھ

بڑھایا۔ اور میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ اس سے طبعی طور پر اسے تکلیف ہوئی۔ کیونکہ انگریز عورتیں اسے اپنی بڑی ہتک سمجھتی ہیں۔ اس کے خاوند کو بھی تکلیف ہوئی۔ اور اس نے مجھے کہا۔ کہ میں تو آپ کی جماعت کے متعلق یہ سمجھتا تھا۔ کہ یہ ایک نئی تحریک ہے۔ اسی لئے میں اپنی بیوی کو بھی اپنے ساتھ لایا تھا۔ میں نے کہا۔ یہ آپ کی غلطی ہے یا ہماری غلطی ہے کہ ہم آپ کو صحیح طور پر سمجھا نہیں سکے ہماری تحریک تو درحقیقت پرانی ہے۔ اور ہم تعلیم کے لحاظ سے تیرہ سو سال پیچھے جاتے ہیں۔

تو تحریک جدید اس کا نام صرف اس لئے ہے۔ کہ دنیا اس سے ناواقف ہو چکی تھی۔ اور یہ ہماری بدقسمتی تھی۔ کہ ہمیں

### ایک پرانی چیز کو نئی

کہنا پڑا کیونکہ لوگ اس سے ناواقف ہو چکے تھے۔ اور نہ وہ جدید نہیں۔ بلکہ قدیم ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جس طرز پر زندگی بسر کی۔ ہم تحریک جدید کے ذریعہ اسی کے قریب قریب لوگوں کو لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ آجکل دنیا کے حالات ایسے رنگ میں بدل چکے ہیں۔ کہ ہم اپنی طرز زندگی کی بالکل وہی شکل نہیں بنا سکتے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ کے طرز زندگی کی شکل تھی۔ مگر اس کے قریب قریب جس حد تک زمانہ کے حالات ہم کو اجازت دیتے ہیں۔ ہم لوگوں لیجانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور کرتے رہیں گے اور یہی تحریک جدید کی غرض ہے۔

پس ان ایام میں جبکہ خدا تعالیٰ نے جبراً ساری دنیا میں تحریک جدید کو جاری کر دیا ہے۔ میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ یہ حالات جو رونما ہو رہے ہیں۔ ان کو دیکھو۔ غور کرو۔ اور سمجھو۔ کہ اسلام کی

تعلیم کس قدر رحمت کا موجب ہے اگر ہمیشہ ہم اپنی زندگی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احکام کے مطابق سادہ رکھیں تو اس قسم کے حوادث ہمیں ذرا بھی تکلیف نہ پہنچا سکیں۔ آج

### یورپ اور امریکہ کے لوگ

چلا چلا کر کہہ رہے ہیں۔ کہ ہم مر گئے۔ مگر وہ جو اپنے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مر گئے۔ ہم پہلے بھی ان سے کم کھا رہے تھے۔ مگر باوجود اس کے ہمیں کوئی تکلیف نہ تھی۔ اور آج بھی ان سے کم کھا رہے ہیں اور ہمیں کوئی تکلیف نہیں۔ پس اگر ایسے واقعات ہم پر آ جائیں۔ تو ہمارے لئے کیا تکلیف کا موجب ہو سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے۔ کہ کوئی اندھا تھا۔ جو رات کے وقت کسی دوسرے سے باتیں کر رہا تھا۔ ایک اور شخص کی نیند خراب ہو رہی تھی۔ وہ کہنے لگا حافظ جی سو جاؤ۔ حافظ صاحب کہنے لگے ہمارا سونا کیا ہے۔ چپ ہی ہو جانا ہے۔ مطلب یہ کہ سونا آنکھیں بند کرنے اور خاموش ہو جانے کا نام ہوتا ہے۔ میری آنکھیں تو پہلے ہی بند ہیں۔ اب خاموش ہی ہو جانا ہے اور کیا ہے۔ تو

### مومن کے لئے یہ حالات

تکلیف کا موجب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے۔ میں تو پہلے ہی ان حالات کا عادی ہوں جیسے مومن کو دنیا مارنا چاہتی ہے۔ تو وہ کہتا ہے۔ مجھے مار کر کیا لو گے۔ میں تو پہلے ہی خدا کے لئے مرا ہوا ہوں۔ دنیا موت سے گھبراتی ہے۔ مگر ایک مومن کو جب دنیا مارنا چاہتی ہے۔ تو وہ کچھ بھی نہیں گھبراتا اور کہتا ہے۔ میں تو اسی دن مر گیا تھا۔ جس دن میں نے اسلام قبول کیا تھا۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ آگے میں چلتا پھرتا مردہ تھا۔ اور اب تم مجھے زمین کے نیچے دفن کر دو گے۔ میرے لئے کوئی زیادہ فرق پیدا نہیں ہوگا۔

پس اگر لوگ اسلام کے احکام کے ماتحت اپنی زندگی بسر کرنے کی کوشش کریں تو وہ یقیناً اس قسم کے حالات کے مقابلہ کے لئے پہلے سے تیار رہیں۔ اور اول تو تکلیفیں آئیں ہی نہ۔ کیونکہ یہ تکلیفیں اسی لئے آتی ہیں کہ لوگ

دوسروں کا حق غصب کر لیتے ہیں۔ اگر دنیا میں کوئی شخص دوسرے کے حق کو غصب نہ کرے۔ تو اس قسم کی تکلیفیں کبھی نہ آئیں۔ پس اول تو ایسے حالات میں تکالیف آئیں ہی نہ۔ اور اگر آجائیں۔ تو

**سادہ زندگی کی وجہ سے**

لوگ اس بات کے عادی ہوں گے کہ تکالیف کو برداشت کر سکیں۔ اور اس وجہ سے باوجود تکلیف وہ ایام کے ان کو تکلیف کا کوئی احساس نہ ہو گا۔ جیسے آج کل ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ یورپ کے لوگوں کے نزدیک جو مشکلات ہیں۔ وہ ہمارے لئے روزمرہ زندگی کا مشغلہ ہیں۔ اور جن کو وہ آفتیں اور مصیبتیں خیال کرتے ہیں۔ وہ ہمارے نزدیک راحت اور آرام ہیں اس لئے ان تکلیفوں کا ہمیں پتہ تک نہیں لگتا۔ آخر لوگ آج کل کیا کہہ رہے ہیں۔ یہی کہہ رہے ہیں۔ کہ بڑی مصیبت آ گئی۔ پہننے کے لئے اچھے کپڑے نہیں ملتے مگر ایک مومن کے لئے یہ چیز ذرا بھی پریشانی کا باعث نہیں ہو سکتی۔ تھوڑے ہی دن ہوئے بعض نے مجھ سے کہا۔ کہ اب کپڑوں کا ملنا بھی مشکل ہو رہا ہے۔ میں نے کہا۔ پھر کیا ہوا۔ مومن کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر کپڑا مل جائے۔ تو وہ پہن لیتا ہے۔ نہ ملے۔ تو نہ سہی۔

**پرانے کپڑوں سے پیوند**

لگا کر ہی گزارہ کر لیتا ہے۔ پھر میں نے کہا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضہ کے کپڑوں کو پیوند لگے ہوا کرتے تھے۔ کیا ہم ان سے بڑے ہیں۔ کہ اپنے کپڑوں پر پیوند نہ لگا سکیں۔ بلکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسے لوگ بھی تھے۔ جن کے پاس کپڑے بہت کم ہوا کرتے تھے۔ قمیص ہوتی تھی تو پاجامہ نہیں ہوتا تھا۔ پاجامہ ہوتا تھا۔ تو قمیص نہیں ہوتی تھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک لڑکا تھا۔ جس نے قرآن کریم کا بہت سا حصہ حفظ کیا ہوا تھا۔ ایک دفعہ بعض لوگوں نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ۔ فلاں جگہ لوگوں کو نماز پڑھانے کے لئے امام کی ضرورت ہے۔ آپ نے اس لڑکے کو ہی امام مقرر کر دیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں اگلی صفوں میں مرد ہوا کرتے تھے۔ اور پچھلی صفوں میں عورتیں ہوا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ اس نے جماعت کراتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھاتے وقت اللہ اکبر کہا۔ تو ایک عورت نے اپنا سر پہلے اٹھا لیا۔ اس لڑکے کا

**کرتہ چھوٹا تھا اور پاجامہ کوئی تھا نہیں**

اس عورت کی اتفاقاً نظر جا پڑی۔ اور اس نے دیکھا۔ کہ وہ ننگا ہو رہا ہے۔ شروع شروع کا زمانہ تھا۔ اس نے شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ ارے لوگو اپنے امام کا ستر تو ڈھانکو۔ آخر لوگوں نے چندہ کر کے اسے تہبند ہوا کر دیا۔ اب کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ اس لڑکے کی عزت تہبند نہ ہونے کی وجہ سے کم تھی۔ آج جو دنیا میں بڑے بڑے مالدار اور معزز لوگ دکھائی دیتے ہیں۔ ان سے یقیناً اس لڑکے کی عزت زیادہ تھی۔ بلکہ خدا کے نزدیک وہ ہر ایسے مالدار سے جو تقویٰ میں اس سے کم درجہ پر تھا۔ زیادہ معزز تھا۔ ہم کسی بڑے سے بڑے مالدار کو بھی آج رضی اللہ عنہ نہیں کہتے۔ بلکہ اگر کوئی ہمیں رضی اللہ عنہ کہنے پر مجبور بھی کرے۔ تو ہم نہیں کہیں گے مگر اس لڑکے کے نام پر ہم سب رضی اللہ عنہ کہنے پر مجبور ہیں۔ اگر آج کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو بھی کوئی شخص گالی دے تو ایک مومن کا دل نہیں دکھتا۔ لیکن اگر اس لڑکے کو کوئی شخص گالی دے۔ تو ایک مومن کا دل زخمی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ یہ لڑکا

**ہمارے محبوب آقا کا صحابی**

تھا۔ اس لئے ہمارے نزدیک دنیا کے کسی بادشاہ کی بھی وہ عزت نہیں۔ جو اس لڑکے کی ہے۔

پس میں نے ان دوستوں کو جواب دیا۔ کہ تم کپڑے نہ ملنے کا افسوس نہ کرو۔ صرف خدا تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہو۔ کہ ہمارے ملک میں غلہ کم نہ ہو۔ اگر غلہ لوگوں کو میسر آتا رہے۔ تو اسلام جو زندگی پیش کرتا ہے۔ اس کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم پر کوئی آفت نہیں آتی۔ روٹی ایسی چیز ہے۔ جو انسان کی زندگی کے قیام کے لئے ضروری ہے۔ اس میں کمی نہ آئے۔ تو کوئی تکلیف انسان کو نہیں ہو سکتی۔ باقی جس قدر چیزیں ہیں سب زوائد ہیں۔ ملیں یا نہ ملیں کوئی بات نہیں۔ آج کل ولایت میں ایک کالی روٹی کہلاتی ہے جس میں کچھ غلہ اور کچھ دوسری چیزیں ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور وہ بڑا شور مچاتے ہیں۔ کہ ہمیں کھانے کے لئے کالی روٹی ملتی ہے حالانکہ ہمارے ہاں لوگ باجرے کی خالص روٹی کھاتے ہیں۔ اور انہیں ذرا بھی احساس نہیں ہوتا کہ وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ ان کے ہاں آٹے میں اگر ذرا سی بھی ملاوٹ ہو جائے۔ تو وہ شور مچا دیتے ہیں۔ کہ ہم پر آفت آ گئی۔ ہم مر گئے۔ ہمیں کالی روٹی کھانے کے لئے مل رہی ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں

**کروڑوں کروڑ لوگ**

ایسے ہیں۔ جو باجرہ اور جوار کھاتے ہیں بلکہ بعض علاقوں میں ڈھل کی روٹی کھائی جاتی ہے۔ میں نے خود ڈھل کی روٹی استعمال کی ہے۔ بڑی سخت ہوتی ہے۔ اس کا دانہ اتفاقاً پیدا ہو جاتا ہے اور قحط کے زمانہ میں لوگ اسے استعمال کیا کرتے ہیں۔ مگر ہمارے ہاں باجرہ یا جوار یا ڈھل کھا کر لوگ شور نہیں مچاتے کہ ان کے لئے کس قدر مصیبت کا سامان پیدا ہو گیا لیکن یورپ کے لوگوں کی یہ حالت ہے۔ کہ وہ آج بھی ہم سے بہتر کھانے کھاتے ہیں۔ مگر شور یہ مچا رہے ہیں۔ کہ سخت مصیبت آ گئی۔ یہ تکلیف ان کو اسی وجہ سے ہے۔ کہ انہوں نے

**اسلام کی تعلیم پر عمل**

نہیں کیا۔ اگر وہ عمل کرتے۔ تو وہ اپنی روٹی کو زیادہ سے زیادہ سادہ بناتے۔ اپنے لباس کو زیادہ سے زیادہ سادہ بناتے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف محسوس نہ ہوتی بلکہ سچی بات تو یہ ہے۔ کہ لڑائی بھی نہ ہوتی کیونکہ لڑائی اسی لئے ہو رہی ہے۔ کہ بعض قومیں دوسروں کا مال چھیننا چاہتی ہیں۔

پس

**تحریک جدید کی غرض**

کو سمجھو۔ اور اپنی زندگیوں کو اور بھی سادہ بنانے کی کوشش کرو۔ اور اس امر کو اچھی طرح سمجھ لو۔ کہ تعیش کے سامان خواہ کسی قدر کم ہوں۔ یقینی طور پر وہ امیر اور غریب میں دوری پیدا کر دیتے ہیں۔ ہمارے ہاں عام طور پر زیادہ قیمتی قالین استعمال نہیں کئے جاتے۔ امراء کے ہاں ہوتے ہیں۔ لیکن ایسے امراء بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ عام طور پر لوگ فرش پر دریاں یا چادریں وغیرہ بچھا دیتے ہیں لیکن باوجود اسکے کہ ان کے ہاں کوئی قیمتی قالین نہیں ہوتے۔ اگر گاؤں کی کوئی عورت آ جائے اور وہ اس فرش پر بیٹھ جائے تو وہ برا مناتے ہیں۔ کہ اسکے بیٹھنے کی وجہ سے ہمارا فرش میلا ہو گیا۔ اب دیکھو یہ ایک بُعد ہے جو ایک معمولی سے سامان کی وجہ سے امیر اور غریب میں پیدا ہو گیا۔ اگر یہ فرش نہ ہوتا۔ تو اس غریب عورت کی تحقیر دل میں پیدا نہ ہوتی۔ پس ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ ہم اس بُعد کو دنیا سے مٹا دیں۔ اور ایسے رنگ میں مٹائیں۔ کہ جب کوئی

**غریب آدمی کسی امیر کے گھر میں**

داخل ہو۔ تو اس غریب کا وہاں آنا اس پر گراں نہ گذرے۔ بلکہ اس کا دل خوش ہو۔ کہ وہ اپنے ایک بھائی سے مل رہا ہے۔ لیکن اگر اس بُعد کو دور نہیں کیا جائیگا۔ اگر امیر اور غریب میں امتیاز قائم رہیگا تو جب تمہارے گھر میں پندرہ سو۔ دو ہزار۔ یا تین ہزار کے قیمتی قالین بچھے ہوئے ہونگے۔ اور ایک غریب تم سے ملنے کے لئے آئیگا۔ تو تم اسے تکلف سے کہدو گے۔ کہ وہ قالین پر بیٹھ جائے مگر اس کا دل اندر سے دھڑک رہا ہو گا۔ کہ کہیں میرے بیٹھنے کی وجہ سے قالین میلا نہ ہو جائے اور یہ امیر دل میں ناراض نہ ہو جائے۔ اور تم اپنے دل میں اُس پر اور سب غرباء پر لعنتیں کر رہے ہو گے کہ یہ بدتہذیب اس امر کا بھی خیال نہیں کرتے کہ اپنے میلے کپڑوں اور میلے پاؤں سے ہمارے گھروں میں آ داخل ہوتے ہیں اور خدا کے فرشتے یہ کہہ رہے ہوں گے۔ کہ لعنت ہو ایسے قالینوں پر اور لعنت ہو ان قالین والوں پر جو خدا کے بندوں میں دوئی ڈال رہے ہیں۔ پس تعیش کے سامانوں کو مٹاؤ اپنی زندگیوں کو سادہ بناؤ۔ اور اس امر کو سمجھ لو کہ سادہ زندگی دلوں میں محبت پیدا کرتی اور فساد اور لڑائیوں کو دنیا سے دور کرتی ہے۔ میں پھر کہتا ہوں۔ اپنی زندگیوں کو سادہ بناؤ۔ اور اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کرو۔ تاکہ دنیا

**تمہارے لئے بھی جنت**

بن جائے۔ اور تمہارے دوسرے بھائیوں کے لئے بھی جنت بن جائے۔ اے میرے رب تو ہمیں اس کی توفیق دے۔

## وصیّت

نوٹ:۔ وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو۔ تو دفتر کو اطلاع کردے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ)

نمبر ۶۹۷۲ منکہ اللہ بخش ولد احمد خان قوم راجپوت پیشہ تجارت عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۰ء ساکن بن باجوہ ڈاکخانہ خاص ضلع سیالکوٹ حال دارالبرکات قادیان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۴۳/۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ مبلغ دوصد روپیہ کا مکان میری جائیداد ہے۔ جس کا میں دسواں حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو دیتا ہوں۔ جس کے بیس روپے بنتے ہیں۔ اور میں اپنی زندگی میں اپنی کمائی کا دسواں حصہ بھی ادا کرتا رہوں گا۔ نیز میرے مرنے پر جو جائیداد ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ اللہ بخش دارالبرکات۔

گواہ شد:۔ خدا بخش دارالبرکات۔

گواہ شد:۔ رحمت اللہ بقلم خود۔



## ضرورت

"الفضل" کے لئے ایک مقامی ایجنٹ کی ضرورت ہے۔ جو اخبار کی تقسیم کا کام بخوبی کرسکے۔

منیجر الفضل قادیان

## تعطیل کے متعلق ضروری اطلاع

"ٹیونیشیا ڈے" کی وجہ سے ۲۱ رمئی کو چونکہ ڈاکخانہ میں چھٹی تھی۔ اس لئے ۲۱ رمئی کو الفضل شائع نہیں ہوا۔ افسوس ہے کہ ڈاکخانہ کو چھٹی کی اطلاع بروقت نہ ملنے کی وجہ سے تعطیل کا اعلان گذشتہ پرچہ میں نہ کیا جاسکا۔

منیجر

## تبلیغی لٹریچر مفت

جو احمدی بھائی اپنے اندر تبلیغی جذبہ اور جوش رکھتے ہیں مگر قیمتاً کتب نہیں منگا سکتے انکو یہ کتب مفت روانہ کی جائیں گی مگر ایک شرط پر کہ وہ وعدہ لکھکر بھیجیں کہ مرحوم کے درجات بلند ہونے کیلئے اور میرے بچوں کے والدین کی فلاح و بہبودی کیلئے وہ درد دل سے دعا کرینگے مگر محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔ نیز دوربین ختم ہورہی ہے مگر جو بھائی پیشگی رقم بھیج چکے تھے انہوں نے کوئی توجہ نہیں کی۔ دوربین ختم ہوجانے کے بعد ہم پر کوئی عذر نہیں ہوگا دوربین اور مرزائی تین روپیہ پر فروخت ہورہی ہیں۔ پتہ:۔ مسز ڈاکٹر شفیع احمد۔ دریا گنج دہلی



## مولینا جلال الدین صاحب شمس امام مسجد لنڈن

کی

تازہ تصنیف

"گذشتہ و موجودہ جنگ کے متعلق پیشگوئیاں" چھپ کر شائع ہوگئی ہے۔ اس میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی پیشگوئیاں کس طرح پوری ہوئیں۔ اور یورپ کے نجومیوں اور مدعیان روحانیت کی پیشگوئیاں کیسے جھوٹی نکلیں۔ یہ بہت اچھا علمی تقابل ہے۔ آئندہ یوم التبلیغ پر منگا کر غیر مسلموں اور غیر احمدیوں میں تقسیم کریں۔ تبلیغی لحاظ سے اس کی اشاعت بہت مفید ہے۔ قیمت مع محصولڈاک دس آنے۔ دس یا دس سے زائد نسخوں کے خریدار کو آٹھ آنے کے حساب سے دی جائے گی۔

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ احمدیہ قادیان

## ضروری گذارش

جن خریداران الفضل کا چندہ ۲۰ رجون ۱۹۴۳ء تک کسی تاریخ کو ختم ہوتا ہے۔ ان کے نام یکم جون کو وی پی ارسال ہوں گے۔ اخبار میں قلت جگہ کے باعث اسم وار فہرست شائع کرنا ناممکن ہے۔ احباب سے گذارش ہے کہ بہت جلد بذریعہ منی آرڈر چندہ ارسال فرماکر ممنون فرماویں یا وی پی وصول کرنے کے لئے تیار رہیں۔ بہت سے دوست گو وعدہ تو کرلیتے ہیں کہ رقم ماہوار بذریعہ محاسب ارسال کریں گے لیکن اس میں باقاعدگی اختیار نہیں فرماتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ دفتر وی پی کرنے اور بصورت عدم وصولی پرچہ بند کردینے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ ایسے احباب کو چندہ کی ادائیگی میں باقاعدگی اختیار فرمانی چاہیئے۔

(منیجر)

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر:۔ رحمت اللہ خان شاکر